علامہ حافظ سید محمد رحمت شاہ (درجہ تبلیغ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام کا نظامِ عدل

عدل و انصاف انسانی زندگی کا ایک اہم رکن اور عنصر ہے۔ زندگی کے ہر مرحلہ میں ہمیں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی تمام چیزیں عدل، اعتدال اور تعدیل پر قائم ہیں۔ اگر زمین کی گردش ایک لحظہ کے لیے بند ہو جائے تو کرۂ ارض تباہ ہو جائے۔ بارش اپنے وقت پر ہوتی ہے۔ دانہ اپنے وقت پر بویا جاتا ہے فصل اپنے وقت پر اگتی اور کاٹی جاتی ہے۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔ اسی طرح چاند بھی، لہٰذا یہ سارے کام نظامِ عدل پر مبنی ہیں۔ اسلام نے جو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ بھی انصاف کرو اور اپنے ساتھ بھی اور ان نعمتوں کے ساتھ بھی، جو خدا نے تمہیں عطا کی ہیں۔ عدل و انصاف ہے۔ اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب میں اسلام جیسا عدل نہیں پایا جاتا۔ ان مذاہب کو اسلام اپنا حریف سمجھتا ہے۔ کیونکہ ان میں نقص اور ظلم ہے۔ یہ مذاہب جب برسرِ حکومت آئے تو انہوں نے لوگوں کو غلام بنایا اور حریتِ انسانی کو کچل کر آزادئ ضمیر کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مساوات کو فنا کیا اور مذہبی عصبیت کو ابھار کر مخلوقِ خدا کو تنگ کیا اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے۔ اس لیے اسلام ان سے حکومت چھیننے کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور کسی مخالف نظام کو جو اسلام سے ٹکراتا ہو۔ اپنے ہاں رہنے نہیں دیتا۔ اسلامی قانون اور عدل و انصاف افضل ہے اور حق پر ہے۔

عدل کا مفہوم:

سید قطب نے اپنی کتاب اسلام کے نظامِ عدل کے صفحہ ۵۹ میں عدل کی خصوصیت کا بہترین نقشہ کھینچا ہے:

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی محدود معنی میں کسی معاشی عدل کا نام نہیں۔ بلکہ ایک ہمہ گیر اور جامع انسانی عدل ہے زندگی کے تمام مظاہر اور ضروریات اس کے دائرہ عمل میں ہیں۔

مسیحیت انسان کو صرف اس کے روحانی میلانات کے زاویہ نگاہ سے دیکھتی ہے اور اس کے جسمانی تقاضوں کو ان میلانات کی خاطر خاک میں ملا دینا چاہتی ہے۔ اشتراکیت صرف انسان کی مادی ضروریات کو اہمیت دیتی ہے۔ بلکہ مادی اعتبار سے نظر ڈالتی ہے اسلام ان دونوں کے برعکس ایک ایسا وحدت تصور پیش کرتا ہے۔ جس کے روحانی اور جسمانی میلانات تقاضوں میں تفریق نہیں کی جاسکتی۔ نہ ہی اس کی مادی ضروریات اور غیر مادی ضروریات کو الگ الگ کیا جاسکتا ہے۔ کائنات کا یہ جامع تصور کسی تفریق و تقسیم کا قائل نہیں۔ اسلام اور اشتراکیت و مسیحیت کی راہیں یہاں آکر مختلف ہو جاتی ہیں۔

حکام کی جانب سے عدل قرآن کی روشنی میں:

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۞

ترجمہ: بے شک اللہ عدل اور نیکی اور اہل قرابت کو کچھ دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ تمہیں سمجھاتا ہے۔ شاید تم یاد رکھو۔ (النحل: ۹۰)

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ۔

ترجمہ۔ اور جب بات کہو انصاف ہی کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو،

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔ المائدہ: ۸۔

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے مناسبت رکھتا ہے۔

حکام کی جانب سے عدل حدیث کی روشنی میں:

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقام پانے والا شخص امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور شدید ترین عذاب کا مستحق شخص امام ظالم ہوگا

(بحوالہ ترمذی والطبرانی)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عدل کرنے والے قیامت کے روز نورانی ممبروں پر اللہ کی داہنی جانب تشریف فرما ہوں گے
(رواہ نسائی و مسلم)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کا ایک دن کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے ۔ (رواہ الطبرانی)

حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (رواہ الاصبہانی)

یہ وہ عدل وانصاف ہے جو افراد کی یا ہمی قرابت یا قوموں کے باہمی بغض وعناد سے متاثر نہیں ہوتا اس سے امت مسلمہ کے سارے افراد مستفید ہوتے ہیں ۔اسی طرح دوسری قومیں بھی اس سے فائدہ حاصل کرتی ہیں ۔ یہ محض نظریات تک محدود نہیں رہا بلکہ عملی زندگی میں بھی اس نے نفوذ کیا۔ تاریخ اسلام عدل کی گواہ ہے ۔

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عدل :

عام طور پر لوگوں کا یہ طریقہ رہا ہے ۔ کہ وہ اپنے نبی کے ساتھ پوری عقیدت کا اظہار کرتے ہیں لیکن دوسرے انبیاء کی ذات وصفات کا استخفاف کرتے ہیں ۔ بلکہ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ۔ لیکن اسلام نے اس اصول کی سخت مخالفت کی ۔ وہ تمام نبیوں اور رسولوں کا اعتراف کرتا ہے ۔ یہود موسیٰ علیہ السلام کی تکریم کرتے ہیں ۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے سے صاف انکار کرتے ہیں ۔ اور عذیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں ۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ۔ لیکن حضور علیہ السلام کی رسالت کا اعتراف نہیں کرتے ۔ قرآن مجید نے انبیاء السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا :

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ○ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ○ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ○ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○

قرآن حکیم نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پورا پورا عدل ملحوظ رکھا ہے

حضور کی حیات طیبہ سے چند مثالیں :

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنے اہل اور عشیرہ اقربین کو جمع فرمایا اور اس طرح خطاب کیا:

أَيُّهَا النَّاس! اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ اى عذابه بصالح الاعمال فانى لا أُغْنِيْ مِنَ اللهِ شَيْئاً
يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئاً ۔ یا بنی عبد مناف اِشْتَرُوْا
أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئاً ۔

آپؐ کا آخری خطاب اپنی بیٹی کو تھا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه و سلم سلینی من مالی ما شئتِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بیدہ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئاً ۔

اس حدیث پاک سے حضور علیہ السلام کے عدل و انصاف کا اعلیٰ مقام نظر آتا ہے ۔

عقوبات میں دخل :

بنی لیث کے ایک آدمی نے بنی ہذیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا ۔ تو حضورؐ نے اس کے عوض اس کو موت کی سزا دی ۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا خون تھا ۔ جس کا قصاص لیا گیا ۔

بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا ۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک لونڈی زیور پہنے ہوئے مدینہ میں نکلی ۔ تو ایک یہودی نے اسے پتھر دے مارا ۔ اس لڑکی کو حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی تو حضور نے اس سے فرمایا کہ کیا تجھ کو فلاں شخص نے مارا ۔ آپؐ برابر پوچھتے رہے ۔ آخر تیسری مرتبہ اس نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں ، پھر یہودی سے پوچھا ، یہودی نے اقرارِ جرم کر لیا ۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس یہودی کا سر پتھر کے ساتھ کچلوا دیا ۔

زنا :

بخاری میں آیا ہے کہ ایک آدمی بنی اسلم سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور زنا کا اعتراف کیا ۔ حضورؐ نے اسے فرمایا کیا تجھ کو جنون ہے ؟ اس نے عرض کیا نہیں ، فرمایا ، کیا تو شادی شدہ ہے ؟ اس نے کہا ہاں تو آپؐ کے حکم سے وہ جنازہ گاہ میں سنگسار کیا گیا ۔

مؤطا میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی اور زنا کا اقرار کیا اور یہ بھی عرض کی کہ حاملہ ہوں ، آپؐ نے فرمایا کہ وضع حمل کے بعد جب مدت رضاعت ختم ہو تب آنا ۔ مدت رضاعت ، ختم ہونے کے بعد حاضر ہوئی ۔ آپؐ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ۔ سنگسار کے بعد اس پر حضورؐ